شرح خطبہ اول اقبال "علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)" از ڈاکٹر محمد آصف اعوان (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

Explanatory study of Iqbal’s First Address Knowledge & Religious Experience"by Dr. Muhammad Asif Awan (Research and Critical Analysis)

Muhammad KhuramYasin
Visiting Lecturer, Govt. College University, Faisalabad:
khurram_yasin2002@yahoo.com

Muhammad Arshad Ovaisi
H.O.D, Lahore Garrison University, Lahore:dr.arshadovaisi@gmail.com

Abstract
Dr. Allama Muhammad Iqbal delivered his famous seven lectures "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" for the sake of resurgence and renaissance of Muslims. All the addresses are connected with one another due to continuity of topic. In his first lecture”Knowledge& Religious Experience“he pointed out that religion is never outdated and it is also a source of knowledge. Moreover, this source of knowledge is more reliable, more durable and leads a man towards the point, where no material knowledge can take him. Though many explanatory studies of these addressed have been presented but they are not flawless, short and hazy. On the otherhand, Dr.Muhammad Asif Awan has written a complete explanatory book over the address which is comparatively better among all other explanatory studies. In this article basic thought of the first address and its explanation by Dr. Asif Awan is analyzed critically.
Keywords: Holy Prophet, Reconstruction, Bargson, Ghazali, Ibn-e-Rushd, Razi, Farabi, Looh-e-Mahfooz, Time and Space, Mysticsm, Aristotle, Plato

عصر حاضر میں اسلام کی معنویت اور اطلاق اہم سوال ہے۔علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کا دورِ غلامی بھی دیکھا اور انقلاب ترکی کے بھی چشم دید گواہ رہے۔ایسے میں جب کہ مسلمانان برصغیر دین اور قومیت کی صورت میں اپنے مرکز و محور سے تیزی سے دور جارہے تھے، انھوں نے ان کی فکری نشاۃ الثانیہ کے لیےاپنے سات خطبات(تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ""Reconstruction of Religious Thought in Islam) پیش کیے۔ ان معروف خطبات کے موضوعات میں ایک تسلسل ہے جن میں سے پہلا خطبہ "علم اور مذہبی

تجربہ (Knowledge and Religious Experience) "ہے۔ اس خطبے میں ان کا موقف ہے کہ مذہب بھی دیگر ذرائع علوم ہی کی طرح ایک ذریعہ علم ہے جو نہ صرف زیادہ قابلِ اعتبار ہے بلکہ وہبی ہونے کے ناطے زندگی کے ایسے لاینحل مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے جن کی بابت سائنس اور فلسفہ بے زبان ٹھہرتے ہیں۔ یہاں علم سے مراد مابعد الطبیعاتی علوم ہیں جو ماوراء اور ماسوا کا پتہ دیتے ہیں۔ دوسری جانب مذہبی تجربے سے مراد وجدان اور روحانی انکشافات ہیں کیوں کہ اس سوال کے جواب میں کہ کیا عصرِ حاضر کے اہم ترین علوم حیاتیات، طبیعیات اور نفسیات انسان کو مابعد الطبیعیات کا ادراک کرواتے ہیں یا کسی منزل تک پہنچاتے ہیں؟ وہ اس کی نفی کرتے ہیں۔ اگر تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو عہد قدیم ہی سے افلاطون ایسے بڑے فلاسفہ کے ہاں مثالی دنیا کے تصور اور اس میں کارفرما مقصد کے حصول کے لیے نیکی مطلق کے مباحث موجود رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وجدان کی اہمیت سے واقف تھا۔ یہ مباحث تاحال علم الکلام اور فلسفے میں موجود ہیں۔ اس خطبے کے موضوعات کو بھی اسی ضمن میں دیکھا جاسکتا ہے جن میں زیادہ اہم موضوعات کائنات اور انسان کے تعلقات، فکر و وجدان، فلسفہ اور مذہب، صوفی اور تصوف، سائنس اور مذہب، قرآنِ مجید کے عقل و فہم کے حصول اور اس کی رہنمائی قبول کرنے کے احکامات اور صوفیانہ تجربے کے مراحل شامل ہیں۔ محمد شریف بقا کے مطابق اس خطبے کے اہم نکات میں یہ بھی شامل ہے کہ کائنات کی حقیقت اور اس سے انسان کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ کائنات سے متعلق فلسفہ، مذہب، اور بلند پایہ شاعری کا رویہ کیسا ہے؟، فلسفہ اور مذہب کے مشترک اور غیر مشترک امور کیا ہیں؟ باطنی تجربات کے بارے میں اسلام اور دیگر مذاہب و اقوام کے نظریات کیا ہیں اور یہ کہ قرآنِ مجید انفس و آفاق کے مطالعے کا حکم کیوں دیتا ہے؟([1])۔ خطبے کے آغاز ہی میں علامہ محمد اقبال نے انسانی نفسیات اور اس کے تجسس سے متعلق حیات و کائنات کے بارے میں یہ چند فلسفیانہ سوالات پیش کیے ہیں:

"What is the character and general structure of the universe in which we live? Is there a permanent element in the constitution of this universe? How are we related to it? What place do we occupy in it, and what is the kind of conduct that befits the place we occupy?" ([2])

---

[1]۔ محمد شریف بقا، خطباتِ اقبال ایک جائزہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۳

Muhammad Sharif Baqa, "Khutbat-e-Iqbal aik Jaiza" Iqbal Academy, Lahore 1991, P-13

[2].Muhammad Iqbal, Dr., The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Iqbal Academy Pakistan, Lahore، 2011,P:1

یعنی اس کائنات کی عمومی ساخت اور کردار (ماہیت) کیا ہے؟ کیا اس کی ساخت میں کوئی مستقل عنصر بھی موجود ہے؟ اس سے ہمارا تعلق اور کیا مقام و مرتبہ ہے؟ ہم اس سے مطابقت کے لیے کیسا طرزِ عمل اختیار کریں؟ اگرچہ یہ سوالات فلسفہ، مذہب اور شاعری تینوں میں جگہ پاتے ہیں لیکن مذہب ہی ان کا درست جواب دینے پر قادر ہے۔ اسی ضمن میں علامہ اقبال خطبات کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ عصر حاضر کا انسان حقائق تک پہنچنے کا خوگر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے کسی شخص کی سوچ پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ لکھتے ہیں:

"The modern man, by developing habits of concrete thought– habits which Islam itself fostered at least in the earlier stages of its cultural career– has rendered himself less capable of that experience which he further suspects because of its liability to illusion."([3])

یوں علامہ محمد اقبال کے سامنے مسلمانوں کی فکری نشاۃ الثانیہ ایک بڑی للکار تھی۔ خاص طور پر ایسے حالات میں جب کہ وجودیت، دہریت، لبرلزم اور سیکولرزم سے ذہنی روابط رکھنے والے حاکمین ان پر حکمرانی کر رہے ہوں، مغربی ترقی کی چکاچوند، صنعتی و معاشی انقلابات اور مسلمان حکمرانوں کی نااہلی ایسے مسائل بھی موجود ہوں تو کس طرح اسلام کی حقانیت اور اس کی قبولیت کو ہر دور کے لیے ثابت کریں۔ اسی لیے انھوں نے خطبہ اول کے آغاز ایسے سوالات سے آغاز کیا جو عمومی نوعیت کے لیکن بہت دور رس نتائج کے حامل تھے۔

خطبے کے آغاز میں علامہ محمد اقبال مذہب کے خصائص کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ یہ فرد کی اصلاح اور اس کی نفسیاتی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے بتدریج سارے معاشرے تک اپنا دائرہ اثر بڑھاتا ہے۔ اس سے اجتماعی بہبود کی منازل طے ہوتی ہیں، ایمان و ایقان مضبوط ہوتا ہے اور انسانی علوم میں بے پناہ اضافے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان کا موقف ہے کہ انسانی عصری علوم اور تعقل پسندی کا مذہب سے کوئی بُعد نہیں۔ مزید یہ کہ اس سبب صوفیا و متکلمین نے "فکر" کے وجود، ضرورت اور اہمیت سے بحث کی ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر مذہب محض عبادات کا نام ہے تو قرآنِ مجید میں بار بار تعقل کا سہارا لینے، غور و فکر کرنے اور عقل و فہم کا دامن تھامنے کا ذکر کیوں موجود ہے؟ اسی ضمن میں وہ پروفیسر وائٹ ہیڈ کا قول نقل کرتے ہیں کہ مذہب ایسی عالمگیر سچائیوں اور حقائق کا نام ہے جن کی قبولیت اور عمل انسانی سیرت و کردار میں واضح مثبت تبدیلیاں پیدا کرتا ہے:

"A system of general truths which have the effect of transforming character when they are sincerely held and vividly apprehended." ([4])

---

[3].Muhammad Iqbal, Dr., The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Preface
[4]. Muhammad Iqbal, Dr., The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P:1

سیرت و کردار کی رہنمائی و حفاظت اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا معاملہ اس قدر اہم ہے کہ انسانی عقل کی رہنمائی کے لیے اللہ کریم نے انبیا کو مبعوث کیا اور انھیں کتاب و حکمت عطا کی۔ اقبال فلسفے پر اس لیے معترض ہیں کہ یہ آزادانہ تحقیق کرتا ہے اور مذہب سمیت جو کچھ اس کی سمجھ سے بالاتر ہو، اس کا انکار کرتے ہوئے اعتراضات لگاتا جاتا ہے۔ علامہ کے نزدیک یہ ایک غیر معقول حرکت ہے اور عقل و وجدان کا منبع ایک ہی ہے۔ یعنی تفکر بنا تعقل ممکن نہیں اس لیے دل و دماغ دونوں ہی اس میں موجود ہوتے، ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور سہارا دے کر آگے بھی بڑھاتے ہیں۔ اس لیے فکر یا عقل کو پس پشت پھینک کر محض تسبیح پھیرنا یا تعقل پسندی کا شکار ہو کر حقیقت مطلق کا انکار کر دینا دونوں ہی رویے غلط ہیں۔ وجدان بھی بحوالہ برگساں علامہ محمد اقبال کے نزدیک اعلیٰ درجے کی ذہانت ہی کا دوسرا نام ہے جو کائنات کے اسرار و رموز کھولتا ہے۔ خود حضور ﷺ طلب علم کی دعا کرتے رہے۔ جب مسلمان حقیقی تصوف میں جمود کا شکار ہوئے، ان کے لیے اشاعرہ اور معتزلہ کے خشک مباحث ہی باقی بچے جو انھیں فکری تباہی کی جانب لے گئے۔ اس صورتِ حال میں اقبال لکھتے ہیں کہ جیسے جرمنی میں کانٹ نے ''تنقید عقلِ محض'' کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی اسی طرح امام غزالی نے مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا سامان کیا۔ خطبے کے آخری حصے میں علامہ اقبال نے روحانی تجربہ اور واردات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ نہ صرف علم کا معتبر ذریعہ ہے بلکہ نسلِ انسانی کی فکری بقا کا ضامن بھی ہے۔ اس لیے اس پر صدق دل سے ایمان بھی لایا جائے اور عمل بھی کیا جائے۔

"علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)": شرح از ڈاکٹر محمد آصف اعوان

خطباتِ اقبال کی شروح میں جن شارحین کے نام سامنے آتے ہیں ان میں سید نذیر نیازی، مولانا سعید اکبر آبادی، خلیفہ عبدالحکیم، سید وحید الدین، پروفیسر محمد عثمان، محمد شریف بقا، ڈاکٹر جاوید اقبال، محمد سہیل عمر اور ڈاکٹر محمد آصف اعوان شامل ہیں۔ البتہ ان تمام شارحین میں ڈاکٹر محمد آصف اعوان ہی ایک ایسے شارح ہیں جنھوں نے خطبہ اول کی شرح پر ایک مکمل کتاب بعنوان ''علم اور مذہبی تجربہ۔ تحقیقی و توضیحی تجربہ'' تحریر کی۔ در حقیقت خطبات کی روشنی میں فکرِ اقبال کو سمجھنے کے حوالے سے یہ اولین باقاعدہ اور مکمل کاوش ہے۔ اس میں نہ صرف شرح کی تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے جہاں جہاں بھی ضرورت محسوس کی، خطبہ اول کی وضاحت کے لیے علامہ محمد اقبال اور دیگر شعراء کے اشعار، قرآنی آیات، مفکرین و فلاسفہ کے اقوال، تاریخی کتب اور دیگر حوالہ جات کو بھرپور طریقے سے شامل کیا گیا ہے۔

شرح کا معروضی جائزہ لیا جائے تو یہ پہلی باقاعدہ مجلد شرح ہے، صفحات کی تعداد دو سو بائیس (۲۲۲)، جب کہ بقیہ صفحات پر انگریزی خطبہ دیا گیا ہے تاکہ قارئین کے لیے کوئی اشکال باقی نہ رہے۔یوں اصل خطبہ جس کے صفحات کی تعداد بائیس (۲۲) ہے، تفہیمی مقاصد کے تحت اسے دو سو بائیس صفحات پر پھیلا دیا گیا ہے مزید یہ کہ شرح کو موثر اور قابلِ فہم بنانے کے لیے پانچ سو آٹھ (۵۰۸) حوالہ و حواشی کا سہارا لیا گیا ہے۔کتاب کا اسلوب سادہ اور انداز خالصتاً تحقیقی و توضیحی ہے۔شرح کی ایک اور خوبی یہ کہ اس میں ایک سے زائد مقامات پر خطبے کے مشکل موضوعات کو سمجھانے کے بعد نکات کی صورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔یوں ان نکات کے بعد شرح آگے بڑھتی ہے تو قارئین کا بین السطور سے رابطہ نہیں ٹوٹنے پاتا۔

ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے شرح میں سب سے پہلے خطبے کے عنوان ''علم'' اور پھر ''تجربہ'' سے بحث کی ہے پھر تمہید باندھتے ہوئے اس کا تعلق خطبہ اول کے آغاز میں حیات و کائنات سے متعلق سوالات سے جوڑا ہے۔ ''علم''کی وضاحت کرتے ہوئے کرتے تحریر کرتے ہیں:

''علم دراصل ذہنِ انسانی کی اس کاوش کا نام ہے جو وہ اپنی ذات اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے ماحول یا بالفاظ دیگر مادی کائنات کے بارے میں صحیح صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے کرتا ہے۔''([5])

حیات و کائنات سے متعلق علامہ محمد اقبال کے سوالات کے بیان سے انھوں نے جو تمہید باندھی ہے اس کے ذیل میں ''دانشِ برہانی'' اور ''دانشِ نورانی'' کا ذکر کیا ہے اور علامہ محمد اقبال کے ایک شعر اور ایک مصرعے کے ذریعے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وہ حقیقتِ مطلقہ کی دریافت، کھوج اور تلاش کے سلسلے میں عقل کے بجائے وجدان و روحانی واردات کو اہمیت بخشتے ہیں۔ سوالات کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ ان سوالات کے جوابات شاعری، مذہب اور فلسفہ تینوں میں ملتے ہیں لیکن علامہ محمد اقبال نے شاعری کو اس حوالے سے موثر اور قابلِ اعتبار ذریعہ نہیں گردانا کیوں کہ اس میں دو سقم ہیں؛اول: یہ کہ واضح نہیں بلکہ اس کا تعلق تشبیہ و استعارے سے ہے، دوم: یہ کہ اس کے تصورات انفرادی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ شاعری کے حوالے سے ایسی ہی وضاحت شریف بقانے بھی کی تھی۔اس حوالے سے شریف بقا کا بیان ملاحظہ کیجیے:

---

[5]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۱

MuḥammadAṣifAwan, Dr.,"Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (taḥqeeqi o toḍehimuṭala), Iqbal Acaḏemy, Lahore 2008, P-1

"شاعری بنیادی طور پر ذاتی رائے، ابہام، عدم تیقن اور تشبیہات و استعارات پر مبنی ہوتی ہے اس کے برعکس مذہب شاعری سے بلند تر ہے۔"([6])

علامہ محمد اقبال نے شاعری، مذہب اور فلسفے کا موازنہ کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ شاعری میں خیالات مبہم ہوتے ہیں اور فلسفہ آزادانہ تحقیق کے طریق کی وجہ سے مذہب کے مقابلے میں حقیقتِ مطلق تک رسائی نہیں کر پاتا۔ مذہب کے فلسفہ اور شاعری سے موازنے میں لکھتے ہیں:

"Religion, in its more advanced forms, rises higher than poetry." ([7])

علامہ محمد اقبال کے مذکورہ بیان میں مذہب کی ترقی یافتہ صورت(Advanced Form) ایک سوال ہے۔ اس سے کیا مراد لی جائے؟ کوئی نیا مذہب، پہلے سے موجود مذہب میں ردو بدل یا پھر کچھ اور؟اس سوال کا جواب خطبات کے دیگر شارحین نے صرفِ نظر کیا ہے۔ محمد آصفمذہب کی ترقی یافتہ صورت کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"علم و تجربے میں اضافے کی بدولت فکرِ انسانی میں بتدریج ترقی اور بہتر مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے باعث مذہب کا حیاتِ انسان سے ربط و تعلق بڑھتا ہے۔مافوق الفطرت حقائق عقل و شعور کے دائرے میں داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور یوں فکرِ انسانی کے مختلف سوالات و اشکالات کے حوالے سے مذہب کے فراہم کردہ جوابات پہلے سے زیادہ اعتقاد، اطمینان اور تسلی و تشفی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہر دور میں علم و تجربے کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مذہب کی ترقی یافتہ صورتیں نمودار ہوتی چلی جاتی ہیں۔"([8])

اگرچہ انھوں نے اقتباس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ انسان کا علم اور شعور بڑھنے کے ساتھ ساتھ اسے مذہب کی ترقی یافتہ صورت کا اندازہ ہوتا ہے، ہر نئی ترقی اسے مذہب سے قریب تر کرتی جاتی ہے البتہ اس حوالے سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ علم و شعور کے تجربے سے مذہب کے پہلے سے بیان کردہ حقائق آہستہ آہستہ عقلِ انسانی سے ہم کنار ہونے لگتے ہیں لیکن اس صورت میں انسانی عقل پر مذہب کی حقیقت آشکار ہوتی ہے نا کہ مذہب کی ترقی یافتہ

---

[6]۔ محمد شریف بقا، خطباتِ اقبال ایک جائزہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۵

Muḥammad Sharif Baqa "Khutbat-e-Iqbal aik Jaiza" " Iqbal Acaḏemy, Lahore، 1991 ,P-15

[7]. Muhammad Iqbal, Dr.,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-1

[8]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ۴

Muḥammad Aṣif Awan, Dr., "Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (tahqeeqi o toḍehi Muṭala), Lahore:Iqbal Acaḏemy, 2008, P-4

صورتِ حال سامنے آتی ہے۔ علامہ محمد اقبال کا مفہوم یقیناً یہاں یہی ہے کہ اسلام شاعری و فلسفہ سے بلند تر درجے پر فائز ہے اور رہے گا اور اس کے ذریعے حقیقتِ مطلق تک پہنچنا آسان راہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر محض اجتماعی شعور میں علم و تجربے میں ترقی ہی سے مذہب کی ترقی یافتہ صورتیں سامنے آتی چلی جائیں تو دیگر الہامی مذاہب کو اس میدان میں موخر مذہب سے ایک درجہ آگے ہونا چاہیے لیکن یہاں وہ حقیقتِ مطلق کے حوالے سے انفرادی تجربے (روحانی) کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کو وجہ افتخار قرار دے رہے ہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ "more advanced forms" کو اسلام ہی سے تعبیر کیا جائے۔ چوں کہ ڈاکٹر محمد آصف خطبات کا اجمالی جائزہ "معارف خطباتِ اقبال" میں تحریر کر چکے ہیں اس لیے اس مقام پر ان کے پیش نظر ساتواں خطبہ ہو گا جس میں مذہب کے بارے میں ایسے ہی خیالات کا اظہار ہے۔ علامہ محمد اقبال ہی کے بیان کے مطابق مذہب کو فلسفے پر فوقیت دینے کے ضمن میں مذہب کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

جذبہ و ایمان پر مبنی مذہب، تعقل پر مبنی فلسفہ اور ابہام پر مبنی شاعری، دونوں سے مختلف ہے۔"([9])

توضیح میں علامہ اقبال کی جانب سے پروفیسر وائٹ ہیڈ کی اصل کتاب "Religion in the Mankind" کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ جسے دیگر شارحین نے پیش نہیں کیا۔ علامہ نے مذہب، فلسفہ اور شاعری، کے موازنے میں کہا تھا:

"No one would hazard action on the basis of a doubtful principle of conduct." ([10])

یعنی محض ابہام کی بنیاد پر کوئی بھی شخص کسی پختہ خیال، یقین یا ایمان کی بنیاد نہیں رکھتا۔ ڈاکٹر آصف اس کی وضاحت میں تحریر کرتے ہیں کہ ہر دانا شخص عقلی و فکری جواز کی تلاش میں ہوتا ہے اور مشتبہات کے بجائے جن اصول و قواعد کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اس کے لیے کوئی نہ کوئی عقلی و فکری جواز موجود ہوتا ہے:

بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہم زندگی کے اور تو ہر معاملے میں عقل و شعور کو استعمال کرنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں مگر زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرنے والے مذہبی عقائد کے حوالے سے محض اندھی تقلید کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور ان کے بارے میں کسی سنجیدہ عقلی و فکری رویے کو اختیار کرنے کی زحمت ہی نہیں کرتے۔"([11])

---

[9]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ٨

Muḥammad Aṣif Awan, Dr., "Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (tahqeeqi o toḍehi Muṭala),

[10]. Muhammad Iqbal, Dr.,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-2

[11]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص:٩

MuḥammadAṣifAwan, Dr., "Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (taḥqeeqi o toḍehimuṭala), P-9

اگر ان کی بات کو درست تسلیم کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذہب جو کہ مابعد الطبیعات سے تعلق رکھتا ہے اور نوعیت میں تجریدی ہے، اس کی بنیاد پر کس طرح ایک سنجیدہ عقلی اور فکری رویہ اختیار کیا جائے۔ کیا ایسا کرنا اس رویے کو جنم نہ دے گا کہ جو عقلی معیار پر پورا اترے اسے اپنایا جائے یا تسلیم کیا جائے اور جو اس معیار سے بعید ہو اسے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے؟ اسی حوالے سے وہ قرآن مجید ہی کے دو حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ فکرِ اقبال کے قرآنی مآخذ کی مزید وضاحت ہو سکے۔ حوالے کی آیات میں کتابت (کمپوزنگ) کی غلطی سے ترجمے میں کی ایک آیت میں "بدتر" کی جگہ "بہتر" لکھا گیا ہے جس سے آیات کا مفہوم مکمل طور پر بدل جاتا ہے اور دوسری آیات کے ترجمے میں "گر پڑتے" کی جگہ "اگر پڑے" لکھا ہے جو اشکال پیدا کرتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سے بہتر وہی بہرے گونگے ہیں جو (نہ حق سنتے ہیں، نہ حق کہتے ہیں اور حق کو حق) سمجھتے بھی نہیں ہیں۔ ([12])

اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں اگر پڑے (بلکہ غور و فکر بھی کرتے ہیں۔" ([13])

یہاں پہنچ کر شرح میں اس اہم نکتہ کی وضاحت ڈیڑھ صفحے پر محیط ہے کہ علامہ محمد اقبال نے مذہب کے معاملے میں غور و فکر سے دامن چھڑانے کی مذمت کیوں کی جب کہ عقلی ما بعدالطبیعیات (Rational Metaphysics) پر مذہب کی فوقیت کی تصریحات کے لیے دو صفحات مختص ہیں جن میں علامہ محمد اقبال ہی کے اقتباسات کو دہرایا گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۔ ۱۴ پر علامہ محمد اقبال کے پہلے خطبے کے سات اقتباسات کو نقل کیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں انھوں نے ڈاکٹر آغا افتخار حسین کی کتاب "قوموں کی شکست و زوال کے اسباب کا مطالعہ" کا اقتباس بھی نقل کیا ہے جس کا مقصد یہ توضیح ہے کہ نہ صرف خود نبی کریم ﷺ بلکہ صحابہ، تابعین و تبع تابعین وغیرہ سبھی عقل پسندی کے رجحان کو ترجیح دیتے رہے۔ مسلمان عقل پرستوں میں جن کے نام لیے گئے ہیں ان میں الکندی، علامہ جاحظ، فارابی، ابو بکر رازی، البیرونی، بو علی سینا، ابن مسکویہ، ابن الہیثم، غزالی، ابنِ رشد، ابنِ طفیل، نصیر الدین طوسی

12۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص:۹

MuḥammadAṣifAwan, Dr., "Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (taḥqeeqi o toḍehimuṭala), P-9

13۔ ایضاً

Ibid.

اور ابنِ خلدون شامل ہیں۔ اسلامی فکر پر یونانی چھاپ کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد آصف نے علامہ محمد اقبال کے تین اقتباسات اس ضمن میں نقل کیے ہیں کہ یونانی قوم کیسے ایک ثقافتی قوت رہی اور مسلمان مفکرین کو کس طرح متاثر کیا۔ اسی طرح سقراط کے حوالے سے علامہ محمد اقبال کا یہ بیان نوٹ کرتے ہوئے کہ اس کا فلسفہ محض انسانی دنیا تک ہی محدود تھا انھوں نے ڈبلیو ٹی سٹیس کی کتاب "History of Greek Philosophy" کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مظاہرِ فطرت، کھیت کھلیانوں، درختوں اور پودوں سے کوئی سروکار اس لیے نہیں تھا کہ اس کے لیے ان سب سے سیکھنے کے لیے کچھ نہیں تھا، علامہ اقبال نے اس فلسفے کو روحِ قرآن کے متضاد خیال کیا ہے۔ اس ضمن میں قرآنِ مجید کے مزاج کی بات کرتے ہوئے جہاں جہاں ممکن ہو سکا قرآنی آیات کے حوالے بھی نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے

”قرآن کا مزاج تو یہ ہے کہ وہ ایک حقیر سی مکھی کے سینے میں وحی الٰہی کو جلوہ گر دیکھتا ہے (١) اور اپنے پڑھنے والوں سے مستقل یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی اسی طور مظاہرِ فطرت کو بغور دیکھیں، مسلسل رخ بدلتی ہوئی ہواؤں کو دیکھیں (٢)، دن اور رات کے ایک دوسرے میں مدغم ہونے اور ان کے ادل بدل کا مشاہدہ کریں (٣)، بادلوں کو دیکھیں (٤) اور پھر ستاروں بھرے آسمان (٤) اور بے پایاں وسعتوں میں تیرتے اور چکر کاٹتے سیاروں کا نظارہ کریں (٥) اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ قرآن انسان کو اپنے خارجی ماحول سے بے تعلق اور بے خبر رہنے کی بجائے اس کی طرف توجہ دینے اور اس کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کی دعوت دیتا ہے“([14])

افلاطون پر اعتراض کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد آصف نے برٹرنڈ رسل کی کتاب ”History of Western Philosophy“ (مغربی فلسفے کی تاریخ) کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس کے مطابق فلسفہ چوں کہ ٹھوس حقائق سے حاصل ہونے والے علم کو ہی علم مانتا ہے اس لیے اس کے لیے یہ بہت مشکل کام ہے کہ حسی ادراک سے حاصل ہونے والی معلومات کو بھی من و عن تسلیم کر لے۔ افلاطون ہی کے حوالے سے فرانسس میکڈونلڈ کونفرڈ کی کتاب "Plato's Theory of Knowledge" کی فکر کا اصل ماخذ ہیرا کلائیٹس کی یہ فکر تھی کہ کائنات میں کسی بھی شے کو کوئی ثبات و قرار حاصل نہیں ہے اس لیے حسی ادراک سے حاصل ہونے والے علم کی حیثیت بھی مشکوک ہے۔ اس طویل بحث کے بعد علامہ اقبال کے اس قول کی وضاحت کی ہے کہ اللہ

14۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ١٧

Ibid, MuḥammadAṣifAwan, Dr., ”Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (taḥqeeqi o toḍehimuṭala)

تعالیٰ نے سمع و بصر کی قوتیں بلا وجہ عنایت نہیں کی؛ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں اور ان کا مقصد وہ مشاہدہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب تر کر دیتا ہے۔

اگر سمع و بصر کی نعمتوں اور غور و فکر کی دعوت پر اس قدر اصرار کیا گیا ہے تو پھر مسلمان اس سے دور کیوں ہوئے اور یونانی فکر کے قریب کیوں؟ علامہ صاحب کے مطابق جب مسلمانوں کو یہ ادراک ہوا کہ یونانی فلسفہ قرآنِ مجید کے خلاف ہے تو ان میں اس کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی اور امام غزالی ایسے اسلامی مفکرین سامنے آئے۔ غزالی نے اس حوالے سے سب سے اہم کتاب تھافتہ الفلاسفہ (تناقضِ فلاسفہ) تحریر کی۔ ڈاکٹر محمد آصف نے اس کتاب کے عنوان کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے ''تناقضِ فلاسفہ'' یا ''فلسفیوں کے تناقض'' کے بجائے ''فلسفیوں کی بکواس'' تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کے رد میں ابنِ رشد نے ''تھافتہ تھافتہ'' تحریر کی جس میں یونانی فلاسفروں کے حمایت اور غزالی کے جدید اسلامی فلسفے کا رد کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی میں انھوں نے عقلِ فعال کے بقاے دوام کا نظریہ بھی پیش کیا ہے جو بعد ازاں یورپ میں بہت مقبول ہوا۔ انھوں نے ابنِ رشد کے نظریات کی وضاحت کرنے کے لیے کہ علامہ محمد اقبال کو اس سے اختلاف کیوں تھا، خان محمد چاولہ کی ''برٹرنڈ رسل اسلام اور فلسفہ'' اور ڈاکٹر عشرت حسین انور کی کتاب "The Metaphysics of Iqbal" کے اقتباسات پیش کیے ہیں اس کے بطلان میں علامہ اقبال کی فکر اور نظریات اشعار کی صورت میں بھی پیش کیے ہیں۔ اس سے خطبے میں یہاں تک کوئی ایسا موضوع نہیں بچتا جو اشکال پیدا کر رہا ہو یا وضاحت طلب ہو۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد آصف نے اشاعرہ اور معتزلہ کے مختصر مگر جامع تعارف کے ساتھ شرح کو آگے بڑھایا ہے۔ ان دونوں مکاتبِ فکر کی بنیاد اور فرق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اشاعرہ کے برعکس معتزلہ خالصتاً عقلیت پرست اور یونانی منطقی روایت کا پیرو مکتبہ فکر تھا۔ چنانچہ یونانی منطقی روایت کے مطابق ہی معتزلہ مکتبہ فکر کے نزدیک ایسے مذہبی نظریات کی کوئی اہمیت نہ تھی جن کی بظاہر کوئی منطقی بنیاد نہ ہو، چاہے وہ نظریات کتنے ہی جاندار اور روح پرور حقیقت کا درجہ کیوں نہ رکھتے ہوں۔ علاوہ ازیں یہ لوگ ادراک کو بھی درخورِ اعتنانہ سمجھتے تھے کیوں کہ ان کے خیال میں مستقل اور پائیدار حیثیت صرف ایسے عقلی تصورات کو ہی حاصل ہے جن میں تبدیلی ممکن نہیں۔"([15])

---

[15]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ۲۷

MuḥammadAṣifAwan, Dr.”Ilm aur Mazḥabi tajurba’’(taḥqeeqi o toḍehimuṭala), P-27

اشاعرہ اور معتزلہ کے جامع تعارف کے بعد انھوں نے اس ماحول کی ترجمانی بھی کی ہے جس کو عقل پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ محمد اقبال نے جرمن مفکر کانٹ کی خدمات کو سراہا ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف نے کانٹ کی خدمات کو سراہتے ہوئے شرح کے نقطہ نظر سے اس سارے ماحول کی ترجمانی کو کوشش کی ہے جس میں مذہب سے دوری اور محض عقلیت پرستی پروان چڑھ رہی تھی۔ انھوں نے اس دور کو مارٹن لوتھر کی اصلاحِ دین کی تحریک سے جوڑا ہے اور جس کے نتیجے میں مذہب میں تک میں عقلیت پرستی کا رجحان بڑھا اور اس میں لیبنیز(Lebiniz) کے نظریہ موناد، سٹیہل (G.E Stahal) اور کرسچین تھوماسی(Christian Thomasius) کرسچین وولف(Christian Wolf) کے عقلی نظریات کا نظریہ مادیت بطور اہم ترین حقیقت اور جرمن فلسفی جی ای لیزنگ کے نظریات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی حوالے سے مسٹر ایڈوان اے برٹ کی کتاب ''فلسفہ مذہب'' کا اقتباس بھی پیش کیا گیا ہے۔ جس سے اس ماحول اور نظریات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا البتہ کانٹ کی کتاب "تنقید عقلِ محض"(Critique of Pure Reason) نے عقل محض پر جو کاری ضرب لگائی اس کے نتائج و ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے اسے سراہا گیا ہے لیکن اس میدان میں غزالی اس لیے کانٹ سے زیادہ کامیاب رہے کہ کانٹ کے پاس مذہب کا سہارا نہیں تھا۔ اس کے بعد انھوں نے غزالی کے نظریہ فلسفہ تشکک کی وضاحت کرتے ہوئے اس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔ دیگر شارحین نے جہاں غزالی پر علامہ محمد اقبال کے اعتراض کا ذکر کیا ہے وہاں اس بحث سے پرہیز کیا ہے کہ ایسا انھوں نے کیوں کیا۔ ڈاکٹر محمد آصف نے شرحی نقطہ نگاہ سے اس کا پس منظر مطالعہ پیش کیا ہے۔ کانٹ کے بارے میں بھی علامہ محمد اقبال کے اس بیان کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ کیوں کر اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے اثبات الٰہی کو ممکن نہ بنا سکا۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ کانٹ نے اپنی کتاب تنقید عقلِ محض(Critique of Pure Reason) میں یہ بات نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی تھی کہ عقل کی اپنی مخصوص حدود ہیں اور ان حدود کا تعلق انسان کی مادی اور حسی زندگی تک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مادی اور حسی حدود سے ماورا علمی معاملات گویا ما بعد الطبیعیاتی موضوعات اور مذہبی عقائد عقل کی جرح و تنقید سے باہر کی باتیں ہیں۔ ان کو عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاسکتا۔ یہ اصول کانٹ نے اپنی کتاب ''تنقید عقلِ محض'' میں خود وضع کیا تھا لیکن ہوا یہ کہ جب وجودِ باری تعالیٰ کے امکان کی

بحث چھڑی تو کانٹ عقل کی گود میں جا بیٹھا اور اس طرح وہ اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے ہم آہنگ رہتے ہوئے)معرفتِ الٰہی کے امکان کا اثبات نہ کر سکا۔"([16]

اس پر انھوں نے بشیر احمد ڈار کی کتاب Iqbal and Post Kantian Voluntarism کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے جو درج بالا موقف کی تائید کرتا ہے۔ پھر ان عوامل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو غزالی کو صوفیانہ طرز فکر سے ہم کنار کر کے عقلیت سے دامن بچانے کی جانب لے گئے۔ علامہ کے نزدیک غزالی یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ عقل و وجدان کا منبع ایک ہی ہے۔ منطقی فہم اور اس کے عمل عمومیت (Generalizations) کی وضاحت ڈاکٹر محمد آصف کے علاوہ کسی بھی شارح اقبال نے نہیں کی۔ عقل، انسانی فکر اور حقیقت کو سمجھنے کے حوالے سے یہ وضاحت از حد ضروری تصور کی جانی چاہیے تھی لیکن اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعمیمات (Generalization) سے مراد اشیا کو ان کی مماثلتوں کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا ہے۔ مثلاً وہ تمام اشیا جو نہ اپنے آپ حرکت کرتی ہیں اور نہ نشو و نما پاتی ہیں، جمادات کہلاتی ہیں۔ وہ تمام جاندار جو زمین پر رینگتے ہیں حشرات کہلاتے ہیں۔ وہ تمام جاندار جو پر رکھتے ہیں اور اڑ سکتے ہیں پرندے کہلاتے ہیں اور اس کے بعد وہ تمام جاندار جو ٹانگوں والے ہیں اور ہنس بول سکتے ہیں، انسان کہلاتے ہیں۔ یہ منطقی فہم کی موٹی موٹی تعمیمات (Generalization) ہیں جن کی بدولت خاص مماثلتوں کی حامل اشیا مختلف گروہوں یا وحدتوں میں منقسم ہو جاتی ہیں"([17])

شرح میں جہاں "فکر" اور لوحِ محفوظ (Preserved Tablet) سے بحث کی گئی اس کا زیادہ حصہ علامہ محمد اقبال ہی کے بیانات پر مشتمل ہے۔ خطبے میں ایک اور اہم شرح طلب نکتہ علامہ محمد اقبال کا آئن سٹائن کے بارے میں یہ بیان ہے کہ اس کے نظریہ اضافیت نے کائنات کے اسرار و رموز سے متعلق نئی بحث کا آغاز کیا۔ اس خطبے میں اس موضوع کا محض ذکر جب کہ دوسرے اور ساتویں خطبے میں تفصیلات ہیں۔ ڈاکٹر محمد آصف نے اس موضوع کو تفصیلا بیان کیا ہے اور جدید و قدیم طبیعات کے فرق کو آسان انداز میں بیان کیا ہے۔ آئن اسٹائن سے قبل نیوٹن کا یہ

16۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ۳۲

MuḥammadAṣifAwan, Dr.”Ilm aur Mazḥabi tajurba’’(taḥqeeqi o toḍehimuṭala), P-32

17۔ ایضاً، ص: ۳۸

Ibid, P-38

نظریہ موجود تھا کہ مادہ ساکت و جامد شے ہے اس لیے کائنات میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں۔اس نئے نظریے سے جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت بے جامد و بے روح مادہ کا تصور ختم کر دیا اور ایک ایسی ہر دم متغیر کائنات کا تصور پیش کیا کہ جس میں تخلیق و ارتقا کی ایک لگن کام کر رہی ہے۔ ظاہر ہے نئے سائنسی انکشافات مذہبی اور فلسفیانہ سوچ پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں چنانچہ اقبال کہتے ہیں کہ آئن اسٹائن کے نظریہ اضافیت نے ہمیں اس جانب بھی متوجہ کیا کہ ہم مذہب اور فلسفہ کے مشترکہ مسائل کو کائنات کے نئے تصور کی روشنی میں پرکھیں اور ایک نیازاویہ نظر اختیار کریں۔"([18])

جدید طبیعیات کے حوالے سے یہ وضاحت بھی دیگر شارحین کی نسبت محض ڈاکٹر محمد آصف کی تحریر میں ہی نظر آتی ہے۔ اس پر یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ عصر حاضر کا انسان مذہب سے دور کیوں ہے۔علامہ اقبال اس حوالے سے پریشان تھے اور دین کی تعبیر نو کے سلسلے میں سر گرداں بھی رہتے تھے۔ اس کا ایک ثبوت ان کا خط ہے جس کا اقتباس شرح میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے اقتباس کے مطابق وہ شخص جو دورِ جدید میں-"Jurisprudence"یعنی اس دورِ حاضر کی ضروریات کے مطابق قرآنی احکامات کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہ مجدد اور انسانیت کا بڑا خادم ہو گا۔ شرح کے صفحہ نمبر ۵۴-۵۳ پر خطبے میں بیان کردہ اہم مباحث کو دس نکات کی صورت میں بیان کرنے کے بعد علامہ محمد اقبال کے نزدیک قرآنِ مجید کے مقصد سے بحث کی گئی ہے۔ فکر اقبال کے مطابق اسلام میں مذہب اور تہذیب جداگانہ قوتیں نہیں ہیں اور دو قرآنی آیات بھی پیش کی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ یہ کس طرح آئیڈیل (Ideal) اور رئیل (Real) انسانی شخصیت اور کردار کو بنانے سنوارنے میں کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے بعد خطبے کے موضوع کی وضاحت کو آٹھ صفحات پر پھیلایا ہے۔ جس کے بعد اس کو نکات کی صورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ دیگر شارحین میں سے کسی نے بھی ان دو نکات کی وضاحت کو بھی اپنی شروح میں جگہ نہیں دی۔ جس اقتباس سے اس بحث کا آغاز کیا گیا وہ یہ ہے:

"It is the mysterious touch of the ideal that animates and sustains the real, and through it alone we can discover and affirm the ideal. With

[18]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص: ۵۰

MuḥammadAṣifAwan, Dr. ''Ilm aur Mazḥabi tajurba''(taḥqeeqi o toḍehimuṭala), P-50

Islam the ideal and the real are not two opposing forces which cannot be reconciled." ([19])

ملخص کے یہ چند نکات ملاحظہ کیجیے:

ا۔ آئیڈیل(Ideal) سے مراد مراد خدا کی ہستی یا فکر و خیال پر مبنی مذہبی تعلیمات یا دین ہے۔

۲۔رئیل(Real) سے مراد ٹھوس اور نظر آنے والی وہ خارجی اور حقیقی دنیا ہے جو مظاہرِ فطرت کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

۳۔عیسائیت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آئیڈیل(Ideal) اور رئیل(Real) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں

۴۔اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آئیڈیل اور رئیل ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے یوں ملے ہوئے ہیں جیسے شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم۔([20])

علامہ محمد اقبال کائنات کے حرکی ہونے پر تفصیلی بحث کی ہے اور یہ بحث ان کے دیگر خطبات میں بھی ملتی ہے البتہ پہلے خطبے میں اس کا سرسری ذکر ہی موجود ہے۔انھوں نے یہ نظریہ قرآنِ مجید کی آیت "کل یومٍ ھو فی شان" سے اخذ کر کے تحریر کیا تھا کہ:

"It is not a block universe, a finished product, immobile and incapable of change. Deep in its inner being lies, perhaps, the dream of a new birth:"([21])

ڈاکٹر محمد آصف نے اقبال کے مذکورہ قول کی وضاحت کرتے ہوئے اس ضمن میں دیگر خطبات کے اقتباسات کو بھی شامل کیا ہے اور علامہ اقبال ہی کی "جاوید نامہ" خلیفہ عبدالحکیم کی "حکمتِ رومی" سلطان بشیر محمود کی Doom's Day and Life after Death" ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک خط" پیامِ مشرق" انگریزی مضمون Bedil in the Light of Bergson " اور مرزا غالب کا ایک شعر بطور دلیل پیش کیے ہیں۔اس کے بعد خطبے کی ترتیب کے مطابق زمان و مکاں کی وضاحت بھی تفصیلاً کی ہے جس کے حوالے مستند اور فکری اغلاط نہیں ہیں

---

[19]. Muhammad Iqbal, Dr.The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-7

[20]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی وتوضیحی مطالعہ)، ص: ۲۴

Muḥammad Aṣif Awan, Dr."Ilm aur Mazhabi Tajurba'', (tahqeeqi o toḍehi muṭala), P-24

[21]. Muhammad Iqbal, Dr.,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-8

البتہ خطبے میں علامہ محمد اقبال نے ایک قرآنی آیت کا حوالہ پیش کیا تھا جس کی وضاحت نہایت ضروری ہے اور پڑھتے ہوئے قارئین کے ذہن میں مختلف اشکالات جنم لیتے ہیں:

"In asmuch as he carries within him a great trust which, in the words of the Qur'an, the heavens and the earth and the mountains refused to carry: "Verily We proposed to the Heavens and to the earth and to the mountains to receive the trust (of personality), but they refused the burden and they feared to receive it. Man alone undertook to bear it,but hath proved unjust, senseless! (33: 72)" ([22])

ڈاکٹر وحید عشرت اس حصے کا ترجمہ درج ذیل کیا ہے:

''اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوصف وہ فطرت پر برتری رکھتا ہے۔ وہ ایک بارِ امانت کا امین ہے جسے قرآن کے الفاظ میں آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو سونپنا چاہی مگر انھوں نے اس کو اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی۔ اس بارِ امانت کو انسان نے قبول کر لیا۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور جلد باز ہے۔''([23])

درج بالا آیات سے ایسے بہت سے اشکالات جنم لیتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کیا پہاڑوں کے لیے تھا؟ یعنی کیا انسان ہی اللہ تعالیٰ کا اصل خلیفہ نہیں جو یہ امانت پہاڑوں کو سونپی جاتی؟ پہاڑوں میں اتنی جرات کہاں سے آئی کو حکمِ خداوندی سے معذرت ظاہر کر دیں؟ اگر انسان نے اس بارِ امانت کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ کو انسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا، انسان ظالم اور جلد باز (جاہل) کیسے ہو گیا؟ توضیح میں ڈاکٹر محمد آصف لکھتے کہ اپنی کوتاہیوں کے باوجود فطرت سے بہتر ہے کیوں کہ:

'انسان کی مظاہرِ فطرت پر برتری کا باعث انسان کا وہ جرات مندانہ اقدام ہے کہ جس کے باعث کائنات میں صرف اس نے خدا کی طرف سے ملنے والی امانت یعنی ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھالیا، یہ ذمہ داری کیا تھی؟ یہ ذمہ داری دراصل ان صلاحیتوں کو نبھانے اور استعمال کرنے کی پیشکش تھی جسے قبول کرنے سے جب سب مظاہر کائنات

---

[22]. Muhammad Iqbal, Dr.,The Reconstruction of Religious Thought in Islam,P-9

[23]۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، تجدید فکریاتِ اسلام، طبع سوم، اقبال اکادمی، ٢٠١١ لاہور، ص:١٩

Waḥeed Ishrat, Dr." Tajdeed-e-Fikriyat-e-Islam" taba sawwam, Iqbal Acaḏemy, Lahore 2011, P-19

[23]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص:٧٧

Muḥammad Aṣif Awan, Dr., "Ilm aur Mazḥabi tajurba'', (tahqeeqi o toḍehi Muṭala), P-77

نے معذوری ظاہر کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی رضا سے انھی صلاحیتوں کی پیشکش اس اعتماد کے ساتھ کی کہ انسان نہ صرف خدا کی ودیعت کردہ صلاحیتوں سے اپنی زندگی کی تلخیوں کو رنگین بنائے گا بلکہ حیات کے مراتب میں بھی ہر لحظہ اضافہ کرے گا۔"(24)

"ہستی" سے متعلق جو وضاحت طلب نکات ہیں ان میں اول تو یہ ہے کہ اس سے کون مراد ہے؟ دوسرا یہ کہ اس سے انسان کا کیا تعلق ہے؟۔ڈاکٹر محمد آصف نے اس سے انسان مراد لیا ہے اور اپنے موقف کی دلیل میں خطبہ اول کے آغاز کا ہی حوالہ پیش کیا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے تحریر کیا تھا کہ کیا اس کائنات کی تکمیل میں کوئی مستقل عنصر بھی موجود ہے؟ اس اقتباس کو سامنے رکھتے ہوئے انھوں نے انسان کو کائنات کی تشکیل میں مستقل عنصر گردانا ہے۔ لکھتے ہیں:"یہ انسان ہی ہے جو اپنی فکر کی ندرت، عمل کی قدرت اور بے قرار فطرت کے باعث مسلسل جدوجہد سے ہستی یعنی کائنات کی تشکیل میں مستقل عنصر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ انسان اپنی جدوجہد اور کاوش سے کائنات میں مسلسل ایسے رنگ بھرتا چلا جاتا ہے جس سے کائنات پر اس کی ایک ایسی پختہ چھاپ مرتب ہو جاتی ہے جو مستقل اور ان مٹ صورت اختیار کر لیتی ہے۔"(25)

موقف کی سند کے لیے انھوں نے مزید حوالے بھی شامل کیے ہیں جن میں "پیامِ مشرق" کے اشعار اہم ہیں جن میں انسان کو اس کی خودی کو مضبوط کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ مرنے کے بعد بھی سلامتی رہے۔ اس پر ڈاکٹر محمد آصف کی رائے ہے کہ علامہ محمد اقبال کی منشا انسان کا قربِ الٰہی ہونا جس پر اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کے اشعار اور ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی کتاب "حکمتِ اقبال" کا اقتباس بھی پیش کیا ہے۔ وہ علامہ محمد اقبال کے بیان کردہ ایک اور نکتے "کائنات کے حوالے سے انسان کا مقدر" کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

فلسفہ اقبال کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کائنات کی سب سے گہری اور بڑی تمنا یہی ہے کہ انسان کائنات کے اندر پوشیدہ انوارِ الٰہی کے جلووں تک رسائی حاصل کر لے۔ انوارِ الٰہی سے مراد خدا کی حکمت و دانائی کے

---

[25]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص:۷۸

Muhammad Asif Awan, Dr.''Ilm aurMazhabiTajurba''(Tahqeeqi o TozeehiMuṭala), P-78

وہ بیش بہا پہلو ہیں جو اس کائنات کے رگ و ریشے میں سمائے ہوئے ہیں۔ یہی کائنات کا حقیقی حسن ہے اور ظاہر ہے حسن کی سب سے بڑی تمنا نمایاں ہونا ہی ہوتا ہے۔([26])

علامہ محمد اقبال نے انسان کے کائنات اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے روابط کو بیان کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی اس تحریک کی جانب اشارہ کیا ہے کہ قرآنِ مجید انسان میں ایک تجربی رویے(Empirical Attitude) کی فراوانی کا خواہاں ہے تاکہ وہ مظاہرِ فطرت پر غور فکر کرے اور آہستہ آہستہ یہ فکر اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔ علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں:

"But the point to note is the general empirical attitude of the Qur'an which engendered in its followers a feeling of reverence for the actual and ultimately made them the founders of modern science" ([27])

خطبہ اول کے اصل متن میں علامہ محمد اقبال نے لفظ Empirical اور اس کے ماخذات Empiricistic اور 'Empiricism" کو دس مرتبہ استعمال کیا ہے۔ تجربی علوم کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے انہوں نے دیگر خطبات میں بھی زور دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف نے (Empirical Attitude) کی وضاحت کرتے ہوئے اسے حسیات کے ذریعے حاصل ہونے والے علم اور سائنس سے جوڑا اور یہ بتایا ہے کہ کسی دور میں مسلمان اسی تجربی علم کی بدولت دنیا بھر میں مشہور و کامیاب ہوئے تھے۔ اس ضمن میں مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی "اسلام کی نشاۃ الثانیہ قرآن کی نظر میں"، "بالِ جبریل" اور "" "اسرار و رموز" اور "بانگِ درا" سے اشعار جب کہ تیسرے خطبے سے اقتباسات نقل کیے ہیں جس کے بعد ایک نہایت اہم بحث اور وضاحت قلب یا فواد کے ذریعے حصولِ علم کی ہے۔ اس میں علامہ محمد اقبال کی زندگی کے واقعات اور توضیحات درج ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی خطبات کی تفہیم کے سلسلے میں علامہ محمد اقبال کی زندگی کے مافوق الفطرت واقعات کا بیان کیا تھا۔

شرح کی سب سے طویل بحث اور وضاحت روحانی تجربے کے حوالے سے کی گئی ہے جس میں اس کی جزئیات، خصوصیات اور اس سے متعلق مختلف ماہرینِ نفسیات کے خیالات کو بیان کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال کے موقف کی تائید کی ہے کہ اسے ایک طرح کا وجدان حاصل ہوتا ہے اور یہ علم کا ذریعہ ہے۔ گو کہ محمد سہیل عمر نے

---

[26]۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)، ص ۸۰

Muhammad Asif Awan, Dr., "Ilm aurMazhabiTajurba'', (Tahqeeqi o TozeehiMuṭala), P-80

[27]. Muhammad Iqbal, Dr.,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-11

شرح کرتے ہوئے اس روحانی تجربے کے حوالے سے چند ایسے بنیادی سوالات اٹھائے ہیں جو روحانی تجربے کے وجود ہی کو مشکوک بنادیتے ہیں لیکن ڈاکٹر محمد آصف کی شرح کی بات کی جائے تو اس سے روحانی تجربے کے اشکالات کا حل سامنے آتا ہے۔ ماہر نفسیات دان ''سگمنڈ فرائیڈ'' کے مذہب اور روحانی تجربے سے متعلق جو نظریات پیش کیے تھے ان کے بطلان کی بھی شعوری کاوش اس میں نظر آتی ہے۔

مجموعی جائزہ لیا جائے تو شرح میں علامہ محمد اقبال کے افکار کی آسان فہم توضیح اور دفاع کی شعوری کوشش موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے زیرِ مطالعہ خطبات پر اس سے قبل ہونے والا سارا کام رہا ہے جس کا ثبوت ان کے حوالہ جات اور حواشی ہیں، اسی لیے انھوں نے اس ضمن میں تشنہ رہ جانے والے پہلوؤں کو بھی قابلِ اعتبار طریقے سے بیان کیا ہے اور خطبات پر اٹھنے والے سوالات کے جوابات بھی غیر محسوس اس انداز میں شرح کے نقطہ نگاہ سے داخل کر دیئے ہیں۔ اس شرح کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے خطبے پر اٹھنے والے شدید اعتراضات کا بھی قلعہ قمع ہو جاتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کے پہلے خطبے کی تمام شروح میں اس شرح کو صفِ اول کی ممتاز شرح کے روپ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

خلاصہ کلام

خطباتِ اقبال کے شارحین سید نذیر نیازی، مولانا سعید اکبر آبادی، خلیفہ عبدالحکیم، سید وحید الدین، پروفیسر محمد عثمان، محمد شریف بقا، ڈاکٹر جاوید اقبال، محمد سہیل عمر اور ڈاکٹر محمد آصف اعوان وغیرہ شامل ہیں۔ گو کہ ان سب نے اپنے تئیں خطبات اقبال کی تفہیم کی کوشش کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ شرح کا حق محض ڈاکٹر محمد آصف اعوان ہی نے نبھایا۔ انھوں نے خطبہ اول کی شرح پر ایک مکمل کتاب بعنوان ''علم اور مذہبی تجربہ۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ'' تحریر کی۔ در حقیقت خطبات کی روشنی میں فکرِ اقبال کو سمجھنے کے حوالے سے یہ اولین با قاعدہ اور مکمل کاوش ہے اور دو سو بائیس (۲۲۲) صفحات، اور پانچ سو آٹھ (۵۰۸) حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ یہ علامہ اقبال کی فکر کو سمجھنے کی احسن کاوش ہے۔ اگر یہ خطبہ نہ سمجھا جائے تو اس کے بعد کے خطبات سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اسی خطبے کو نہ سمجھتے ہوئے علامہ اقبال پر کفر کا فتویٰ بھی دیا گیا تھا اور شارحین نے قدم قدم پر ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔ اس مقالے میں خطبے کے بنیادی مباحث اور شرح کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.